# ظالم قوم پر اللہ کی پکڑ ضرور آئے گی

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲ راگست ۱۹۸۵ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے درج ذیل آیات تلاوت کیں:

فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِىَ ظَالِمَةٌ فَهِىَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ۝ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِىْ فِى الصُّدُوْرِ ۝ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ۗ وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِىَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَاِلَىَّ الْمَصِيْرُ ۝ (الحج: ۴۶-۴۹)

پھر فرمایا:

پاکستان میں جو جماعت احمدیہ پر یک طرفہ بلا جواز ظلم وتشدد کا دور ایک عرصہ سے چلا ہوا ہے وہ اسی طرح جاری ہے اور کسی پہلو سے بھی اس میں کوئی کمی نہیں۔ جماعت احمدیہ کی روحانی اذیت کے لئے بھی جو کوششیں ممکن ہوسکتی ہیں وہ مسلسل کی جارہی ہیں اور حکومتِ وقت کی آنکھ کے نیچے، ایک حساس فوجی حکومت کی آنکھوں کے سامنے مسلسل یک طرفہ ظلم وستم کی کارروائی جاری ہے اور اس قدر دل آزار باتیں جماعت احمدیہ کے بزرگان کے متعلق، حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کے متعلق ، یہاں تک کہ خواتین کے متعلق بھی نہایت گندی زبان میں عوامی جلسوں میں کی جاتی ہیں شدید مغلظات بکی جاتی ہیں۔ جماعت احمدیہ کے قتل و غارت پر اکسایا جاتا ہے اور نہایت ہی گندے الزام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں گویا کہ آپؑ نے دوسرے مسلمانوں اور بزرگوں اور انبیاء کے خلاف کوئی نہایت ہی غلط قسم کی زبان استعمال فرمائی ہو۔ تو یہ سب کچھ جو بڑی دیر سے چل رہا ہے یہ اُسی طرح جاری ہے۔ کوئی دن ایسے اخبار نہیں چھپتے جن میں جماعت احمدیہ کی دل آزاری کے سامان نہ ہوں اور بعض علاقوں میں ( جیسا کہ سندھ کا میں نے ذکر کیا تھا) اس اشتعال انگیزی کے نتیجہ میں قتل و غارت بھی ہورہے ہیں اور قتل با قاعدہ منصوبے کے ماتحت پیشہ ور قاتلوں سے کروائے جارہے ہیں اور حکومت کو علم ہے کہ کون اس کی پشت پر ہے۔ جب کسی احمدی کو شہید کیا جاتا ہے تو اس کے ساتھی عزیز ہوں یا دوست، بعض دفعہ قاتل کو دیکھ لیتے ہیں، پہچانتے ہیں ،اس کا نام لکھوائے ہیں، لیکن حکومت ٹس سے مس نہیں ہوتی اور اُن قاتلوں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کرتی۔ یہاں تک کہ بعض دفعہ ایسا بھی ہوا کہ حکومت کے ذمہ دار افسروں نے نام لکھوانے والوں کو دھمکی دی کہ تم بڑے بے وقوف ہو تمہیں اپنی جان کی خیر نہیں۔ تمہیں پتہ نہیں کہ تم کن کا نام لکھوا رہے ہو؟ ان علماء، اس علاقے کے اتنے بڑے بڑے لوگ اگر ان کا نام بیچ میں آتا ہے تو پھر تمہاری جان کو بھی خطرہ ہے۔

چنانچہ ڈاکٹر عقیل کی شہادت کے اوپر یہی بات ہوئی۔ ضلع کے معزز افسران نے جماعت سے شکوہ کیا کہ کیا تم بے وقوفی کر بیٹھے ہو؟ ان کے بیٹے کی جان کی امان نہیں چاہتے ، کیا نام لکھوا دیئے انہوں نے ۔ انہوں نے کہا جو دیکھا اور جو واقعات ہیں اس کے مطابق نام لکھوائے ہیں اور اس کے باوجود کہ ایف۔ آئی۔ آر میں درج ہے کہ فلاں اشخاص تھے یا یہ واقعات گزرے تھے ان سے اور ان کے ثبوت با قاعدہ جماعت کے پاس موجود تھے، کوئی کارروائی ان کے خلاف نہیں کی گئی۔ چنانچہ ایک ایسا وہاں قاتلوں کا جتھہ تیار ہو گیا ہے جن کی پشت پناہی وہاں کے ایک مولوی صاحب کر رہے ہیں، اس علاقے کے، حکومت کو خوب اچھی طرح معلوم ہے وہ کون ہیں اور ایک کے بعد دوسرے احمدی عہدیداروں کو قتل کروا رہے ہیں اور کوئی حکومت کی طرف سے کسی قسم کی کارروائی نہیں، کوئی ٹس سے مس نہیں ہو رہا۔ گویا احمدی کی جان و مال کی کوئی قیمت ،کوئی قدر اس ملک میں باقی نہیں رہی اور یہاں

تمام زود حسی بے حسی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

چنانچہ پرسوں کی اطلاع کے مطابق پنوعاقل میں جہاں پہلے بھی ایک احمدی دوست کو شہید کیا گیا تھا وہیں ایک اور احمدی دوست کو جن کی عمر ساٹھ برس کی تھی ظالمانہ طور پر شہید کر دیا گیا۔ ساتھی جو تھے انہوں نے ان قاتلوں کو پہچانا اور ان کی رپورٹ درج کرائی لیکن جو قاتل ہیں ان کو نہیں پکڑا گیا بلکہ ان کے ایک رشتہ دار کو قید کر لیا گیا تا کہ یہ ظاہر کیا جائے کہ اندرونی جھگڑے کا معاملہ تھا۔ تو اس قدر بے حیائی اور بے باکی کے ساتھ وہاں ظلم وستم کا سلسلہ آج بھی جاری ہے۔

ایسے موقع پر دو قسم کے سوالات اٹھتے ہیں۔ جو تو مومن ہے اس کے دل میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کیا بات ہے؟ کیوں ان لوگوں کو کھلی چھٹی ملی ہوئی ہے؟ آخر خدا کی غیرت کب جوش دکھائے گی کب پکڑ کا دن آئے گا؟ کب یہ ظلم وستم کا سلسلہ بند ہوگا؟ وہ خدا کے وعدوں کو یاد کرتے ہیں جو تمام انبیاء سے اور ان کی جماعتوں سے اللہ تعالیٰ ہمیشہ کرتا چلا آیا ہے اور اس تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں جس تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ بہر حال یہ لوگ بالآخر پکڑے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کو اپنے سے تعلق رکھنے والوں کو کبھی ضائع نہیں کرتا اور پھر وہ تعجب سے دیکھتے ہیں کہ دن تو بہت لمبے ہوتے چلے جارہے ہیں۔ تکلیفیں حد سے زیادہ بڑھ رہی ہیں اس دفعہ کیوں خدا کی تقدیر ظاہر نہیں ہوتی۔ دوسری طرف دشمن یہ سوچنے لگتا ہے کہ یہ پکڑ وکڑ قصے سب فضول ہیں۔ کچھ بھی نہیں ہوا کرتا ہم دندناتے پھر رہے ہیں ہم جس طرح چاہیں ان لوگوں سے حقوق غصب کر رہے ہیں اور یہ خدا کی باتیں کرتے ہیں آگے سے۔ یہ کہتے ہیں ایک دن خدا تمہیں پکڑے گا۔ ایک اللہ کی مدد ہماری تائید میں ظاہر ہوگی اور خدا کی نصرت آسمان سے آئے گی اور حالات کو بدل دے گی تو یہ عجیب عجیب باتیں کرتے ہیں اور پھر دلیر ہوتے چلے جاتے ہیں ظلم کے بعد ظلم کرتے ہوئے اور مطالبہ کرتے ہیں کہ اچھا پھر اگر عذاب ہے تو لا کر دکھاؤ؟ کہاں ہے تمہارا خدا؟ کہاں ہے اس کی غیرت تمہارے لئے؟ عذاب ہے تو ہم پھر کہتے ہیں لاؤ عذاب وہ کہاں ہے ہم پر نازل کرو اس عذاب کو ہم بھی دیکھیں تمہارا خدا کیسا خدا ہے؟

قرآن کریم نے ان مضامین کو مختلف جگہوں پر محفوظ فرمایا ہے اور نہایت خوبصورت انداز میں ان مضامین کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ مومنوں کے دل کی کیفیات کا بھی خوب خوب

تجزیہ کیا ہے اور کافرین توہمات میں مبتلا ہو جاتے ہیں ظلم کرنے والوں کو جو خدا تعالیٰ کی مہلت سے دلیری ملتی ہے ان حالات کا بھی پورا باریکی کے ساتھ تجزیہ فرمایا گیا ہے۔ جو آیات میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں ان میں بھی اس مضمون کے بعض پہلوؤں کا ذکر فرمایا گیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ کتنی ہی ایسی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کر دیا اس لئے کہ وہ ظالم تھیں فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وہ اپنی چھتوں کے بل پڑی ہیں یعنی ان کی چھتیں گری پڑی ہیں اور کھنڈرات میں تبدیل ہو چکی ہیں وَ بِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ اور ایسے کنویں ہیں جو متروک ہو چکے ہیں۔ ان میں اب کوئی باقی نہیں۔ زندگی کے پانی کے بجائے وہاں سانپ بچھو بسیرا کئے ہوئے ہیں۔ وَّ قَصْرٍ مَّشِيْدٍ اور بڑے بڑے بلند قلعے ہیں جو ڈھیر بن چکے ہیں ملبے کا ان میں کوئی بھی نہیں رہتا۔ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ پھر کیوں ایسا نہیں ہوتا کہ وہ چلیں پھریں زمین میں اور ان اجڑی ہوئی بستیوں کو دیکھیں اور ان کے حالات پر غور کریں، فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اور اس کے نتیجہ میں ان کو وہ دل نصیب ہو جائیں جن سے وہ عقل حاصل کر سکیں اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا یا ایسے کان عطا ہو جائیں جن سے وہ سن سکیں، فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ کہ یقیناً درحقیقت آنکھیں اندھی نہیں ہوا کرتیں وہ تو دیکھتی ہیں وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ بلکہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہوتے ہیں۔ تو جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جو ظلم وستم میں دلیر ہوتے چلے جاتے ہیں اور بے باک ہوتے چلے جاتے ہیں ان کو توجہ دلائی کہ خدا کی عمومی تقدیر پر کیوں نظر نہیں کرتے اور اگر اپنے گردوپیش میں تمہیں کچھ نظر نہیں آتا تو آفاقی نظر سے دنیا کے حالات پر غور کرو، قوموں کی تاریخ کا مطالعہ کرو، ان اجڑی ہوئی بستیوں کو دیکھو جو دنیا میں مختلف جگہ بکھری پڑی ہیں اور آج عبرت کا نشان بنی ہوئی ہیں۔ بڑی بڑی عظیم قومیں ان میں آباد تھیں، بہت بڑی بڑی تہذیبوں کا وہ گہوارہ تھیں لیکن اب ان کا کچھ بھی باقی نہیں رہا سوائے اس کے کہ وہ عبرت کا نشان ہوں، کھنڈرات ہوں۔ وہ کنویں جو کبھی زندگی کی سیرابی کے لئے پانی مہیا کرتے تھے اب موت کے ڈر سے متروک ہو چکے ہیں۔ وہاں ہلاک کرنے والی چیزیں تو ہیں لیکن زندگی بخش کوئی چیز موجود نہیں۔ مُّعَطَّلَةٍ ایسے کنویں کو کہتے ہیں جس طرف نظر ہی نہیں پڑتی امید

کے ساتھ اس طرح چھوڑ دیا جاتا ہے بلکہ اس سے خوف پیدا ہو جاتا ہے۔ اکثر معطل کنویں ایسے ہیں جن کے پاس رات کو جاتے ہوئے لوگ خوف کھاتے ہیں، عجیب عجیب روایتیں ان کی طرف منسوب ہو جاتی ہیں۔ تو کہاں ایک کنویں کی حالت کہ جو شفاف، صاف اور میٹھے پانی سے بھرا ہوا ہو اور دور سے پیاسوں کی نظر پڑے تو لپکتے ہوئے اس کی طرف جائیں، کہاں یہ بدلی ہوئی کیفیت کہ اس کنویں کے خیال سے بھی خوف پیدا ہوا اور رات کو وہ رستہ چھوڑ کر لوگ اس سے دامن بچا کر کسی اور طرف سے گزر جائیں۔ فرمایا یہ چیزیں اگر تم غور کرو گے تمہاری نظریں جو بظاہر دیکھتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود دل نصیحت نہیں پکڑتے تو یہ بیماری دور ہو جائے گی۔ ہو سکتا ہے جو کچھ تم دیکھو جب خدا کی عمومی تقدیر پر نظر ڈالو گے تو تمہارے دل اس کو سمجھنے بھی لگ جائیں لیکن افسوس کہ ایسا نہیں ہے۔ فرماتا ہے وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ اب ایسا نہیں ہوتا اور یہ لوگ نصیحت پکڑنے والے نہیں ہیں۔ یہ تجھ سے عذاب کے بارے میں جلدی کرتے ہیں، کہتے ہیں جلدی سے عذاب لا کے دکھاؤ۔ اب ظاہر بات ہے کہ اگر ان کو یہ یقین ہو کہ عذاب آجائے گا تو ہرگز جلدی نہ کریں۔ یہ تمسخر کا ایک رنگ ہے، یہ ایک بے یقینی کے اظہار کا ذریعہ ہے۔ کہتے ہیں اچھا جی! عذاب اگر خدا نے لانا ہے اور تم اتنے ہی معصوم بنے پھرتے ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے تو پھر ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ اب جلدی سے عذاب لا کے دکھاؤ۔ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ یہ کہتے ہیں حالانکہ یہ حقیقت ہے ایک اٹل حقیقت ہے کہ اللہ اپنے وعدوں کی وعدہ خلافی کبھی نہیں کیا کرتا۔ اس کے باوجود وہ بڑی جرأت سے مطالبہ کرتے ہیں۔ اب یہاں تک پہنچنے کے بعد بظاہر انسان توقع رکھتا ہے کہ اب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ بہت جلدی وہ لوگ پکڑے جائیں گے اور تمہارے دیکھتے دیکھتے خدا کا عذاب ان کو آلے گا۔ لیکن تعجب سے انسان اس آیت کا بقیہ حصہ پڑھتا ہے تو وہاں کچھ اور مضمون نظر آتا ہے۔ فرماتا ہے: وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ تم تو عذاب میں جلدی کر رہے ہو اور اللہ اپنے وعدوں کے خلاف عمل نہیں کیا کرتا لازماً وعدے ایفاء فرمایا کرتا ہے۔ انہیں حتمی طور پر، اتنے یقینی اور قطعی الفاظ میں ان کے شکوک کو ردّ فرمایا، ان کے وہموں کو توڑا اور کہا کہ اس وہم میں نہ بیٹھے رہنا کہ خدا تمہیں نہیں پکڑے گا اور آگے کیا فرمایا، آگے فرمایا ہے: وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ کہ بعض دن خدا کے ایک ہزار سال کے دن ہوا کرتے ہیں اُس

گنتی کے حساب سے جو تم شمار کرتے ہو۔ تو اس کا تو یہ مطلب بنا کہ کافروں کو تو یہ پیغام دے دیا بظاہر کہ یہ ٹھیک ہے کہ تم ظلم کرتے چلے جاؤ، تمہاری اگلی نسلیں بھی ظلم کرتی چلی جائیں، تمہاری اس سے اگلی نسلیں بھی ظلم کرتی چلی جائیں۔ یہاں تک کہ دس پندرہ نسلیں تمہاری گزر جائیں آخر عذاب آ جائے گا۔ اب جس نسل کو یہ یقین دلایا جا رہا ہو کہ تمہارے ساتھ جو عذاب کا وعدہ ہے وہ ضروری نہیں کہ تمہارے متعلق آئے تم پر وارد ہو بلکہ ہوسکتا ہے کہ ہزار سال کے بعد وہ عذاب تمہارے ان بچوں اور پوتوں پڑپوتوں اور ان کے پوتوں پڑپوتوں اور لامتناہی رشتے کی جو دوری ہے وہ جب ظاہر ہو چکی ہوگی تو اس وقت وہ ان لوگوں کو پکڑ لے گا یہ تو ڈیٹرینٹ (Deterrent) نہیں ہے، اس سے تو حوصلہ شکنی ظلم کی کبھی نہیں ہوسکتی اور دوسری طرف مومنوں کو کیا پیغام ملتا ہے؟ کہ فکر نہ کرو، خدا تعالیٰ کے وعدے بڑے پکے ہیں، وہ ضرور پورے ہوں گے، آج نہیں تو ہزار سال کے بعد عذاب آ جائے گا، خدا تعالیٰ کا ایک دن ہزار برس کا دن ہوتا ہے، تو یہ مطلب تو ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اگر یہ معنی اسی طرح لئے جائیں تو یہ تو مومنوں کی حوصلہ شکنی اور دشمن اور ظالم کا دل بڑھانے والی بات ہے۔ اس لئے مزید غور کرنا چاہئے، فکر کرنی چاہئے کہ آخر اس کا کیا تعلق ہے یہاں اس موقع پر یہاں؟ بات یہ ہے کہ یہ آیت بہت زیادہ وسیع مضمون رکھتی ہے یعنی یہ ٹکڑا آیت کا اس سے بہت زیادہ وسیع مضمون رکھتا ہے جو عموماً سمجھا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ طریق ہے اور قرآن کریم ہمیشہ اس طریق کے ساتھ ایسا چمٹا ہوا ہے کہ کبھی ایک دفعہ بھی آپ کو استثناء نظر نہیں آئے گا کہ جب کوئی انسان سوال کرتا ہے تو خدا تعالیٰ جواب دیتے وقت اس کی فہم اور عقل کے مطابق جو سوال کیا گیا تھا اس طرح جواب نہیں دیتا کیونکہ سوال کرنے والا یا ناقص سوال کرتا ہے یا محدود سوال کرتا ہے اور جواب بھی اگر اسی حساب سے دیا جائے تو جواب بھی اسی حد تک ناقص اور محدود رہے گا اس لئے خدا تعالیٰ کا طریق یہ ہے کہ سوال دوہرا کر اس سوال کو نظر انداز کر کے جو اصل سوال اٹھنا چاہئے۔ جو زیادہ وسیع ہے اپنے مضمون میں جو برحق سوال ہے اس کا جواب شروع کر دیتا ہے۔ یعنی ذہن مائل ہو جاتا ہے ایک سوال کی طرف اور پھر اُس سوال کی ناقص حالت کو چھوڑ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اور جس طرح وہ سوال اٹھنا چاہئے اس کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایک وسیع جواب دیتا ہے جس میں ایک حصہ اُس سائل کے سوال کا بھی آ جاتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ اپنے جواب میں

وہاں تک محدود نہیں رہتا۔ یہ تو جو جواب ہے یہ بہت وسیع جواب ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتا ہے کہ تم لوگ چھوٹے چھوٹے کنویں کے مینڈکوں کی طرح خدا کی تقدیر کو بھی محدود بنا رہے ہو۔ تم سمجھتے ہو کہ انفرادی ظلم کے نتیجے میں ہر جگہ جہاں انفرادی ظلم ہوگا وہاں خدا ایک دم اشتعال میں آجائے گا اور فوراً اُس کے عذاب نازل ہونے شروع ہو جائیں گے اور ایک دم حق ظاہر ہو جائے گا اور باطل بھی شکست کھا جائے گا یعنی اس طرح کھلا کھلا ہر ٹکڑے پر خدا کا نشان ظاہر ہوگا کہ کوئی شک کی گنجائش باقی نہیں رہے گی حالانکہ خدا تعالیٰ کی تقدیر ایک بہت ہی وسیع تقدیر ہے اور ضروری نہیں کہ تمہارے انفرادی جذبات کے ساتھ اس تقدیر کا بھی اُسی طرح تعلق ہو یا محدود پیمانے پر کسی قوم کے جذبات کے ساتھ اس تقدیر کا تعلق ہو۔ خدا کی ایک عمومی تقدیر ہے جس میں قوموں کے عروج وزوال کے فیصلے ہوتے ہیں اور اس عمومی تقدیر کا دن ایک ایک ہزار برس کا بھی ہوتا ہے یعنی خدا جب کسی قوم کو سزا دینے کا فیصلہ کیا کرتا ہے تو بعض دفعہ وہ ایک ہزار برس کی سزا بھی ہوتی ہے۔ ایسی رات آجاتی ہیں قوموں کی زندگی پر جن کو خدا متروک فرما دیتا ہے۔ جس طرح چھوڑے ہوئے کنویں ہیں یا گری ہوئی بستیاں ہیں اس طرح قومیں بھی ایک عبرت کا نشان بن جایا کرتی ہیں اور ہزار ہزار برس تک لوگ ان سے عبرت حاصل کیا کرتے ہیں۔ تو جس خدا کی تقدیر اتنی وسیع ہے اس سے تم کس عذاب کی جلدی کر رہے ہو۔ ایک تو یہ جواب ہے جو خدا تعالیٰ کے عذاب کی تقدیر اور انعام کی تقدیر کی حکمت بیان فرما رہا ہے اور جب خدا قوموں پر انعام فرمایا کرتا ہے تو ہزار ہزار برس تک مردہ قومیں زندہ ہو کر دنیا پر حکومت کرنے لگتی ہیں اور یہ عجیب بات ہے کہ جب آپ دنیا کی تاریخ پر نظر کرتے ہیں تو ہزار سالہ دور ایک سے زائد جگہ ایک سے زیادہ زمانوں میں آپ کو دکھائی دے گا۔ رومن ایمپائر کے ہزار سال اور اس کے بعد ان کے مٹنے کے ہزار سال اور تاریکی جو ان پر طاری ہوگئی وہ ایک ہزار سال تک جاری رہی۔ پھر ان کے عروج کا دور اور پھر اس کے ہزار سال اس قسم کے ہزار سالوں میں بٹی ہوئی قومی تاریخیں آپ کو جگہ جگہ دکھائی دیں گی اور جب ہزار سال کہا جاتا ہے تو مراد یہ نہیں کہ بعینہٖ ایک دو دن گنتے ہوئے آخر ہزار سال پورے کرتے ہیں۔ یہ ایک عمومی محاورہ ہے کم و بیش ہزار سال تک ایک تاریخ پھیلی ہوئی ہوتی ہے۔ تو پہلے تو اللہ تعالیٰ سائل کو سنجیدہ بنا رہا ہے، کہتا ہے تم نے کتنا چھوٹا سا سوال کیا ہے اور سمجھتے ہو کہ تمہارے پیمانوں پر بھی خدا تعالیٰ کی تقدیر کو بھی ماپا جائے گا۔ تمہارے اوزان اور ہیں

ان سے دوسری چیزیں تولی جاتی ہیں، تمہارے پیمانے اور ہیں ان سے دوسری چیزوں کو ماپا جاتا ہے۔ مگر اللہ کی تقدیر تو بہت وسیع ہے مگر ہے یقینی اور اس تقدیر کو کوئی دنیا میں بدل نہیں سکتا۔ پس ماضی پر نگاہ کرو تو تمہیں اس کی بے شمار مثالیں نظر آجائیں گی۔ یہ تو عمومی جواب ہے، ایک اور جواب ہے جو اسی جواب کے اندر ڈوبا ہوا موجود ہے لیکن اکثر لوگوں کو نظر نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ایسے ایسے دن بھی خدا کے پاس ہیں کہ تم یوں شمار کرو گے ان کو گویا ہزار سال کے دن ہیں۔ مراد یہ ہے کہ خدا کے عذاب میں جلدی نہ کرو خدا کا عذاب جب آتا ہے تو بعض دن اس کے عذاب کے اتنے بھاری ہو جاتے ہیں کہ ہزار برس کا دن معلوم ہوتا ہے۔ جس طرح بعض دفعہ تم شمار کرتے ہو اس طرح گنتیاں سالوں کو چھوٹا بھی دکھا دیا کرتی ہیں اور دنوں کو بڑا کر کے بھی دکھا دیا کرتی ہیں اور یہ وہ مضمون ہے جو قرآن کریم نے ایک سے زیادہ جگہ اسی طرح بیان فرمایا ہے۔ قیامت کے دن فرمایا جب وہ باتیں کریں گے کہ ہم کتنی دیر رہے وہ کہیں گے کہ ایک دن یا اس کا معمولی سا حصہ۔ اب جس مضمون کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس پر جب آپ غور کریں تو اس معاملہ میں تقدیر خیر وشر کے بعض بہت دلچسپ پہلو سامنے آجاتے ہیں۔

جب مصیبتیں ہوں، جب مشکلات ہوں تو تھوڑا زمانہ بھی بہت لمبا دکھائی دیتا ہے اور جب وہ گزر جاتا ہے تو وہی تکلیفوں کا زمانہ چھوٹا دکھائی دینے لگ جاتا ہے اور جتنا انسان اُس سے دور ہوتا چلا جاتا ہے اتنا ہی زیادہ وہ مختصر اور معمولی اور بے حیثیت دکھائی دینے لگتا ہے تو اس جواب میں خدا تعالیٰ نے جہاں ان دشمنوں کو اور تعلّی کرنے والوں کو اس طرف متوجہ فرمایا کہ خدا کے ایسے عذاب کے دن بھی آسکتے ہیں اور آنے والے ہیں کہ تمہارا ایک دن بھی ہزار برس کے برابر بوجھل ہو جائے گا اور تم پر بھاری ہو جائے گا۔ وہاں مومنوں کو اس طرف توجہ دلائی کہ اس وقت تمہارے گزرے ہوئے دن چھوٹے دکھائی دیں گے تمہیں۔ وہ سالہا سال بھی جو تکلیفوں کے تم نے کاٹے ہوں گے جب خدا کی پکڑ آتی ہے یعنی جب مومنوں کے حق میں پکڑ آتی ہے تو ایسی بشاشت پیدا ہو جاتی ہے کسی کے خلاف تو وہ سمجھتے ہیں کہ او ہو! ہم تو خواہ مخواہ جلدی کرتے تھے، خدا نے تو ایسا پکڑا اور وعدوں کو ایسا پورا فرمایا کہ ہم اپنی بے صبری پر شرمندہ اور معذرت خواہ ہیں۔

اب انبیاء کی وسیع تاریخ تو بہت ہی لمبی ہے۔ آپ جماعت احمدیہ کی مختصر سی تاریخ پر نظر

ڈال کر دیکھیں ہمیشہ یہی ہوا ہے۔ ہماری آج کی جو نسلیں ہیں ان میں سے بہت سے ہیں جن کو ۵۳ء کی تاریخ یاد ہے اور اکثریت ہے جن کو ۷۴ء کی تاریخ یاد ہے۔ اگر آپ غور کر کے ان باتوں کو مستحضر کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ جب وہ زمانہ گزر رہا تھا تو اس وقت مومنوں پر یہ کیفیت تھی کہ ایک ایک دن کئی کئی برس کا لگتا تھا اور کئی برس تک کے پھیلے ہوئے دن بہت ہی کٹھن زمانہ تھا جو گزرا۔ لیکن جب خدا تعالیٰ کی تائید ظاہر ہوئی اور اس کی نصرت آئی، روز روشن کی طرح ظاہر ہوئی اُس وقت مومنوں کے دل میں ایک شرمندگی کا احساس پیدا ہوا کہ ہم یونہی جلدی کرتے تھے، ہم یونہی باتیں کرتے تھے کہ دیکھو خدا تعالیٰ کی پکڑ نہیں آئی۔ وہ تو آجایا کرتی ہے اور وہ گزرا ہوا زمانہ بھی چھوٹا اور مختصر دکھائی دینے لگا قومی طور پر بھی اور انفرادی طور پر بھی اور اب بھی میں نے بارہا ان لوگوں سے باتیں کر کے دیکھا ہے جن کو شدید تکلیفوں میں سے گزرنا پڑا ہے اب وہ جب مڑ کے دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں وہ تو معمولی چند دن تھے گزر گئے پتہ بھی نہیں لگا اور اللہ کے فضل سے اب دائمی طور پر آچکے ہیں ہمارے پاس۔ اس کے برعکس تقدیر ظاہر ہوتی ہے ظالم کے متعلق۔ فرماتا ہے کہ ایک ایک دن ان کے لئے پھر ایسا آتا ہے جو ہزار برس کے مطابق بھاری ہو جایا کرتا ہے اور ٹلتا نہیں وہ دن اُن کا اور یہ ان کا انجام ہے اور الٹ جاتی ہے تقدیر یہاں آکر۔ مومن کے سخت دن چھوٹے ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور وہ جو سمجھتے تھے کہ ہمارے آسائش کے دن ہیں ان کے دن سخت ہونے لگ جاتے ہیں۔

چنانچہ اس کے معاً بعد اسی مضمون کو پھر جاری فرما دیا کہ ہم جب ایک دن کی بات کرتے ہیں کہ ہزار برس کا تو مراد نہیں ہے کہ ہم پکڑیں گے ان کو اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہونا

وَكَأَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ أَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ أَخَذْتُهَا ۚ وَإِلَيَّ الْمَصِيرُ

یہ نہیں فرمایا کہ ظالموں کی نسلوں کو میں پکڑا کرتا ہوں۔ فرمایا بسا اوقات ایسی بستیاں ایسی قومیں تمہیں ملیں گی جو ظالم ہوتی ہیں اور میں ان کو مہلت دے رہا ہوتا ہوں۔ ثُمَّ أَخَذْتُهَا ۚ وَإِلَيَّ الْمَصِيرُ پھر میں انہی لوگوں کو پکڑ لیتا ہوں جو ظلم کر رہے ہوتے ہیں اور لازماً تم میں سے ہر ایک کے لئے میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے۔

یہ جو میں نے کہا کہ دن بھاری ہو جاتا ہے مراد یہ ہے کہ ایک ایسا دن بھی آتا ہے جو

ہزار برس کے برابر بوجھل نظر آئے گا یہ قرآن کے منہ میں بات ڈالنے والی بات نہیں ہے بلکہ خود قرآن کریم کی دوسری آیت کریمہ انہی لفظوں میں اس مضمون کو واضح فرما رہی ہے کہ بعض دن بوجھل ہوجایا کرتے ہیں۔ خدا کے جب عذاب آتے ہیں تو بھاری ہوجاتے ہیں۔ فرمایا يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا اے محمد! ﷺ تجھ سے یہ سوال کرتے ہیں اس ساعت کے متعلق جس کا وعدہ دیا گیا ہے، وہ انقلابی گھڑی جس کے منتظر ہو تم اس کے متعلق یہ پوچھتے ہیں اَيَّانَ مُرْسٰهَا۔ آخر وہ کب ظاہر ہوگی؟ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ تو ان سے کہہ دے کہ اس کا علم میرے رب کو ہے۔ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ اپنے وقت پر خدا کے سوا اس گھڑی کو کوئی ظاہر نہیں فرما سکتا یعنی اس انقلاب کو جو اپنے وقت پر لازماً آئے گا کوئی ظاہر نہیں کرسکتا کوئی برپا نہیں کرسکتا خدا کے سوا۔ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وہ ایسی قیامت ہے جو بہت ہی بوجھل ہوگی فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ زمین و آسمان پر وہ گھڑی بڑی سخت اور کڑی ہوگی اور ایسا سخت وقت ہوگا جو بوجھل ہوجائے گا زمینوں پر بھی اور آسمانوں پر بھی۔ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً تو وہ آئے گی وہ گھڑی ضرور لیکن اچانک آئے گی۔ پس جس چیز نے اچانک آنا ہو اس کے متعلق پہلے سے تخمینے کیسے لگائے جاسکتے ہیں کہ فلاں دن آجائے گی اور فلاں دن آجائے گی۔ عمومی طور پر اشارے تو مل جاتے ہیں لیکن وہ ایسے اشارے ہیں جو انگلی یہاں بھی اٹھتی ہے وہاں بھی اٹھتی ہے اور وہاں بھی اٹھتی ہے وہ حرکت کرنے والی انگلی ہوتی ہے خدا تعالیٰ کی۔ شاید یہ ہو، شاید وہ ہو، شاید وہ ہو اور شاید وہ ہو اور اگر یہ شاید کا مضمون نہ پایا جائے تو بَغْتَةً کا مضمون پھر اس کے ساتھ اکٹھا نہیں ہوسکتا۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی بکثرت بار بار جب دشمنوں کے منصوبوں کی خبر دی گئی اور جماعت پر سخت اوقات کی خبر دی گئی، ساتھ ہی مدد کے متعلق بَغْتَةً کا اظہار فرمایا کہ وہ اچانک آئے گی۔ اس لئے جماعت احمدیہ کا جہاں تک تعلق ہے یہ اندازے لگانا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات سے یا وہ رؤیا اور کشوف جو خدا نے مجھ پر ظاہر فرمائے کہ فلاں دن معیّن طور پر ضرور ہوگا یہ درست نہیں ہے۔ اگر یہ درست ہو تو پھر بَغْتَةً والی بات درست نہیں ہوسکتی اور بَغْتَةً والی بات تو یقینی ہے کیونکہ قرآن کریم میں قطعی طور پر موجود ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ

الصلوٰۃ والسلام کے الہام میں اسے دہرایا گیا ہے بار بار یہ بتانے کے لئے کہ جماعت احمدیہ کے ساتھ بَغْتَةً کا واقعہ ایک دفعہ نہیں بلکہ بار ہا ہوگا (انڈیکس تذکرہ زیر لفظ بغتۃ)۔ جب ہوگا تو اس وقت انسان معیّن طور پر بتا سکے گا کہ ہاں اسی بات کا فلاں الہام میں بھی ذکر تھا کیونکہ اُس جگہ بھی انگلی کا اشارہ موجود ہوگا اور وقت بتا دے گا کہ ہاں اسی طرح تھا اور ایسی دلیل موجود ہوگی کہ دشمن محسوس کر لے گا کہ ہاں یہ کہنے والے سچے ہیں۔ یعنی بعض الہامات باوجود اس کے کہ آپ پہلے معین نہیں کر سکتے ان کے وقت کو، جب ظاہر ہوتے ہیں تو اس قطعیت کے ساتھ اس شان کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں کہ دشمن بھی مجبور ہو جاتا ہے یہ تسلیم کرنے پر کہ ہاں اس بارے میں یہ سچ کہہ رہے ہیں ساری علامتیں موجود تھیں پہلے سے اگرچہ ہم سمجھ سکے ہوں یا نہ سمجھ سکے ہوں تو بَغْتَةً نے اس مضمون کو کھول دیا اور یہ بھی بتا دیا کہ ہزار برس بعد کی بات نہیں ہے۔ جو ظالم قوم ہے وہی پکڑی جائے گی اور جب ہم کہتے ہیں کہ ایک ہزار برس کا دن تو مراد یہ ہے کہ وہ بھاری دن ہوگا ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ پھر فرماتا ہے يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا تجھ سے تو یہ اس طرح پوچھ رہے ہیں گویا کہ تو حَفِيٌّ عَنْهَا ہے۔ عجیب ہے کہ قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت کہ ایک ہی لفظ میں کئی معانی سما دیتا ہے اور موقع اور محل کے مطابق وہ معانی اُس پر اطلاق پاتے ہیں۔ حَفِيٌّ کا ایک معنی ہے خوب واقفیت رکھنے والا خوب علم رکھنے والا اور حَفِيٌّ عَنْهَا عَنْ کے صلہ کے ساتھ جب حَفِيٌّ آتا ہے تو اس کا ایک یہ معنی ہوتا ہے کہ تو بات معلوم کرنے میں بہت ہی حریص ہے اور پیچھے پڑا ہوا ہے کہ میں یہ بات معلوم کر کے چھوڑوں گا۔ گویا کہ تجھے بھی لَو لگی ہوئی ہے کہ یہ واقعہ کب ہوگا؟ تو یہ دو معانی ہیں اور دونوں یہاں اطلاق پاتے ہیں فیصلہ اس طرح ہوگا کہ يَسْـَٔلُوْنَكَ سے کیا مراد ہے؟ یہ وہ عذاب کا معاملہ ایسا ہے جس میں صرف منکرین ہی نہیں پوچھا کرتے کہ کب ہوگا وہ تو تمسخر میں پوچھتے ہیں مومن بھی بعض بے قراری میں پوچھا کرتے ہیں کہ وعدے تو ہیں وہ پورے کب ہوں گے؟ تو دونوں الگ الگ جواب ہونا چاہئے اور حَفِيٌّ میں یہ دونوں جواب موجود ہیں۔ وہ جو منکر ہے وہ تو یہ نہیں سوچ سکتا کہ آنحضرت ﷺ کو پختہ علم ہے کہ کب ہوگا اور اس کے باوجود ہم سے چھپا رہے ہیں۔ وہ تو مانتے ہی نہیں وہ تو تمسخر کر رہے ہیں يَسْتَعْجِلُوْنَكَ کا تو مضمون تبھی ظاہر ہوتا ہے جب وہ یقین رکھتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نعوذ باللہ مفتری ہیں، اپنی طرف سے باتیں بنا رہے ہیں، نہ کوئی عذاب آنا

ہے نہ ان کو پتہ ہے۔ لیکن حَفِيٌّ عَنْهَا کا جواب ان پر بھی صادق آجاتا ہے کہ وہ یہ سوچ رہے ہوتے ہیں اس آیت کے مطلوب کے طور پر کہ آنحضرت ﷺ کے دل میں بھی یہ اُچوی تو ضرور لگی ہوئی ہوگی کہ میں کوئی دن معین کرسکوں اور بتا سکوں کہ فلاں دن تم پر عذاب آجائے گا ۔تو چونکہ پیشگوئی کرنیوالا پیشگوئی کرتا ہے کسی بناء پر، دشمن اگر چہ یقین بھی رکھتا ہو کہ وہ خدا تعالیٰ سے خبر پاکر یہ پیشگوئی نہیں کررہا تو یہ تو ضرور خیال کرسکتا ہے کہ اٹکل پچو جس طرح وہ پیشگوئیاں کیا کرتے ہیں اس کے پاس بھی ہے کوئی طلسم اس کے پاس بھی ہے کوئی آثار اس نے بھی دیکھے ہوئے ہیں اور کوشش کررہا ہے یہ، بڑی محنت کررہا ہے کہ معلوم کر سکے کہ اس کے عمل جوتش وغیرہ کے ذریعہ سے وہ کون سا دن بنتا ہے۔ تو حَفِيٌّ عَنْهَا کا یہ معنی ہوگا اس موقع پر کہ یہ سمجھتے ہیں یہ یقین رکھتے ہیں کہ تو بھی اس بات کے پیچھے پڑ چکا ہے کہ میں وہ دن معلوم کر کے رہوں جس دن دشمن پر عذاب آجانا ہے اور مومن جب سوال کرتے ہیں تو وہ ایمان کے نتیجے میں سوال کرتے ہیں، حسن ظنّ کے نتیجہ میں سوال کرتے ہیں۔ وہاں حَفِيٌّ کا یہ معنی ہوگا کہ گویا تجھے خوب یقینی طور پر علم ہے کہ وہ کیا ہے، صرف چھپا رہا ہے ان سے۔ تو فرماتا ہے دونوں قسم کے سائلوں کے لئے جواب یہ ہے قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ان سے کھول کر کہہ دے کہ علم تو ہے اس کا لیکن اللہ کے پاس ہے۔ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (الاعراف: ۱۸۸) لیکن اکثر لوگ یہ نہیں جانتے۔

اب یہ ''اکثر لوگ نہیں جانتے'' کا حصہ جو ہے یہ بھی ایک بڑا معمہ سا بن گیا ہے۔ اگر تو خدا نے یہ فرمانا ہو کہ مجھے علم ہے صرف تو پھر اکثر کا لفظ استعمال نہیں ہونا چاہئے پھر تو یہ کہنا چاہئے تھا کہ لوگ بالکل بھی نہیں جانتے اس بات کو۔ تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ خدا کچھ نہ کچھ ترشح علم کا فرماتا رہتا ہے مومنوں کے اوپر۔ باوجود اس کے کہ عمومی طور پر اخفاء کے پردے میں رکھتا ہے لیکن کچھ اشارے یہاں، کچھ اشارے وہاں، ایک علم کا تھوڑا سا ترشح ہوتا رہتا ہے اور کچھ لوگوں کو خدا تعالیٰ خبریں دیتا رہتا ہے گو دن کو سو فیصدی یقین کے ساتھ تو وہ ظاہر نہیں کر سکتے لیکن جب انگلیاں آخر پر اٹھتی ہوئی نظر آتی ہیں تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ یہی دن تھا۔ تو کچھ نہ کچھ علم مومن کو ضرور ملتا ہے۔ وہ کافروں کی طرح کلیّۃً بے علم نہیں رہتا۔ لیکن اس علم میں دن کی تعیین ایسے نہیں ہوتی کہ بَغْتَةً کے خلاف ہو بَغْتَةً کا مضمون بھی جاری رہے گا۔

یہ میں اس لئے کھول رہا ہوں کہ آج کل غیروں کے متعلق بھی یہ اطلاعیں آ رہی ہیں۔ اب تو مولویوں نے خطبوں میں بھی یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ یہ جو کہتے تھے کہ ہوگا۔ کچھ بھی نہیں ہوا، تماشے ہیں صرف، قصے ہیں ان کے، ہونا ہی کچھ نہیں، سب جھوٹ ہے ان کا، جو مرضی کرتے چلے جاؤ، کوئی خدا نہیں ہے جو پوچھنے والا ہو اور بعض احمدی بھی گھبرا گئے ہیں، تھک رہے ہیں وہ کہتے ہیں آخر کب آئے گی خدا کی مدد، ہم تو سنا کرتے تھے کہ مدد آ جائے گی، آئے گی اور آئے گی۔ آپ بھی وعدہ کرتے رہتے تھے، اب آئے گی کل آئے گی پرسوں آئے گی بتائیں وہ کہاں ہے؟ ایسے بہت کم ہیں جو اس طرح بے تابی کا اظہار کرتے ہیں گویا صبر ٹوٹ چکا ہے، بہت کم ہیں لیکن اکثر دل کی ڈھارس کے لئے اطمینان قلب کے لئے پوچھتے تو رہتے ہیں۔ اس لئے ان کو میرا یہی جواب ہے جو حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے آج سے چودہ سو برس پہلے دیا تھا کہ خدا کی تقدیر کو عمومی طور پر سمجھنے کی کوشش کرو۔ وہ تمہارے جذبات سے وابستہ نہیں ہے۔ تمہاری انفرادی خواہشیں، خدا کی تقدیر کو ڈھالنے والی نہیں بنیں گی نہ کبھی بنی ہیں۔ قوموں کی زندگی اور قوموں کی موت کے متعلق خدا کے کچھ فیصلے ہوتے ہیں اور بعض دفعہ وہ لمبا وقت چاہتے ہیں ظاہر ہونے کے لئے، اور جب تک وہ تقدیر پختہ نہ ہو جائے وہ باتیں نہیں ظاہر ہوا کرتیں۔ بعض دفعہ آزمائش کے دور خدا لمبے کرتا ہے، بعض دفعہ نعمتوں کے دور لمبے کرتا ہے، بعض دفعہ خوف کے دور لمبے کر دیتا ہے، بعض دفعہ مہلتوں کے دور لمبے کر دیتا ہے اور اس کا ایک مقصد ہوا کرتا ہے۔ پس خدا جب عمومی تقدیر جاری فرماتا ہے تو تمہاری محدود عقلیں اُس تقدیر کو جانچ نہیں سکتیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ تم پر خوب کھول کر بیان فرماتا ہے کہ قومی تقدیر میں تو ہزار ہزار برس کا بھی ایک دن آ جایا کرتا ہے، ہزار ہزار برس کی بھی رات ظاہر ہو جایا کرتی ہے۔ تو تم ان باتوں کو جانتے ہوئے کیوں پھر خدا کی تقدیر کے برعکس نتائج دیکھنا چاہتے ہو۔ دوسری طرف یہ مضمون ہے کہ جہاں تک ان ظالموں کا تعلق ہے جو تم پر ظلم کر رہے ہیں خدا ان کو ضرور پکڑے گا ان کے لئے ہزار برس کا وعدہ نہیں ہے لازماً پکڑ آئے گی لیکن ایسے وقت میں آئے گی کہ جب ان کو بھی توقع نہیں ہوگی اور تمہیں بھی توقع نہیں ہوگی۔ اچانک ایک دن تمہاری آنکھیں کھلیں گی اور تم دیکھو گے کہ خدا کی وہ تقدیر جاری ہو چکی ہے۔ اس لئے بے صبری کر کے اپنے ثواب کو ضائع نہ کرو اور اس لطف کو ضائع نہ کرو جو صبر کے نتیجہ میں تمہیں آئے گا۔ اگر تم صبر کے ساتھ، توکل کے ساتھ بیٹھے رہو۔ پھر جب تم

اچانک خدا کی پکڑ کو ظاہر ہوتا دیکھو گے تو تمہیں اور ہی لطف آئے گا لیکن جس طرح آٹے میں معمولی سی بھی رِکرک آجائے تو روٹی بدمزہ ہو جاتی ہے اس طرح اگر تم نے ابھی سے خدا سے شکوے شروع کر دیئے، ابھی سے بے قراری کا اظہار شروع کر دیا، بے صبری شروع کر دی، تو جب وہ خدا کی طرف سے روحانی رزق ظاہر ہوگا تو اُس میں تمہاری بے صبری کی رِکرک ضرور آجائے گی۔ تو کیوں اپنے مزے کو ضائع کرتے ہو۔ اتنا تمہارے لئے کافی ہونا چاہئے کہ خدا اپنے وعدوں کے خلاف کبھی نہیں جاتا۔ ہو ہی نہیں سکتا کہ خدا کی تقدیر ٹل جائے۔ **پس کامل یقین کے ساتھ رہو۔ پورے توکل اور صبر کے ساتھ زندہ رہو۔ تمہاری نسلوں کو خدا نشان دکھائے گا، آنے والی نسلوں کو نہیں تم ہو گے۔ تم زندہ ہو گے اپنی آنکھوں سے خدا کے نشانات کو ظاہر ہوتے دیکھو گے اور یہ ظالم بھی ہوں گے اسی وقت اور یہ اپنی آنکھوں سے خدا کی پکڑ کو اپنے اوپر نازل ہوتا دیکھیں گے۔** پس جس خدا نے اس طرح کھول کھول کر مضمون خیر و شر کو ظاہر فرما دیا ہو اس کے متعلق ظنّ کرنا اور چھوٹے چھوٹے خیالات کے مطابق محدود سوالات کر کے خدا کی تقدیر کی تعیین کرنے کی کوشش کرنا یہ مومنوں کی جماعت کو زیب نہیں دیتا۔

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور نے فرمایا:

نماز جمعہ کے بعد مکرم چوہدری محمود احمد صاحب شہید کی نماز جنازہ ہو گی۔